شبِ برات کی شرعی حیثیت

الحمد للہٖ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نتستغفرہٗ و نومن بہٖ و نتوکل علیہٖ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیاٰت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہٗ و من یضللہٗ فلا ھادیً لہٗ۔ و نشھد ان لا الہٗ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ۔ لا مثل لہٗ و لا مثال لہٗ۔ لا نذیر لہٗ و لا مد لہٗ۔ لا مشیر لہٗ و لا وزیر لہٗ۔ و نشھد ان سیدنا و مولانا و شفیعنا محمدًا عبدہٗ و رسولہٗ۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

حٰمٓ وَالۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۙ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ ہ فِیۡھَا یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ ۙ اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا ط اِنَّا کُنَّا مُرۡسِلِیۡنَ ۙ رَحۡمَۃً مِّنۡ رَّبِّکَ ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ۙ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَھُمَا م اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِیۡنَ ہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ ط رَبُّکُمۡ وَرَبُّ اٰبَآءِکُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ہ بَلۡ ھُمۡ فِیۡ شَکٍّ یَّلۡعَبُوۡنَ ہ

میرے محترم بزرگو، دوستو، عزیزو بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ شعبان کا مہینہ شروع ہو چکا ہے، آج شعبان کی ۵ تاریخ ہے۔ آج اسی مناسبت سے شبِ برات کی شرعی حیثیت کے حوالے سے عرض کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں، دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ مجھے محض اپنے فضل و رحمت سے بلا خوف و خطر، بلا حذر، بلا خوف لات و ملائم احسن طریق پر حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلتُ وعلیہ اُنیب

مذہبی تقریبات کی اقسام:

سامعینِ محترم: تمہید کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ مذہبی تقریبات تقریباً تین قسم کی ہیں۔

1: ایک وہ جس کا ذکر قرآن و سنت کے اندر موجود ہے مثلاً عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔

دوسری قسم وہ تقریبات جن کا ذکر قرآن وحدیث میں کہیں بھی نہ ہو مثلاً عید میلاد النبی وغیرہ۔ ۲:

تیسری قسم ان تقریبات کی ہے جن کا ذکر روایات کے اندر تو ملتا ہو لیکن کوئی روایت قابلِ ۳: استناد نہ، قابلِ اعتماد نہ ہو اور صدیوں سے امت پر اس کا تامل چلا آرہا ہو، عوام وخاص کے نزدیک مقبول ہو اور نہ منانے والوں کو قابلِ مذمت سمجھا جاتا ہو۔ لیکن انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ”قل للحق ولو کان مُرًّا“: ”حق کہو اگرچہ کتنا کڑوا ہی کیوں نہ ہو۔

:شبِ برات کے اجزائے ترکیبی

:شبِ برات کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں

۱۔نام

۲۔مقام

۳۔قیام

۴۔بعام

۵۔صیام

۶۔نیرام

:۱۔نام

عنداہل السباء (اہلِ تشیع) اس رات کا نام ”شبِ برات“ اور عنداہل الصوفیاء اس رات کا نام ہے ”لیلۃ برات“ ہے۔ آپ برات کا معنی ومفہوم سمجھ لیجئے، انشاءاللہ اس رات کی اصلیت خودبخود

واضح ہو جائے گی۔

:براءۃ" کا معنی

: براۃ" کا معنی ہے بیزاری، نفرت، دستبرداری۔ جیساکہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

بَرَآءَۃٌ" مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ (سورہ توبہؔ، پارہ10، آیت1)

اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے مشرکوں سے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا بیزاری ہے۔

سامعین محترم! براۃ" سے اسمِ فاعل بنتا ہے "بریٔ"" جس کا معنی ہے بیزار۔ مثلاً

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَۃً قَالَ ھٰذَا رَبِّیْ ھٰذَآ اَکْبَرُ ج فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ" مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ۝

پھر جب سورج کو دیکھا کہ جگمگا رہا ہے تو کہنے لگے کہ یہ میرا رب ہے، یہ سب سے بڑا ہے۔ مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہنے لگے کہ لوگو! جن چیزوں کو تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو میں اُن سے بیزار ہوں۔۷۸ (سورہ انعام، پارہ۷، آیت 78)

اس آیت میں حضرت ابراہیمؑ نے اپنی مشرک قوم کو سمجھا دیا کہ جو معبود ہوتا ہے، جو حاجت رواو مشکل کشا ہوتا ہے وہ غروب نہیں ہوتا۔

"سامعین محترم! براۃ" اور تبرا" دونوں ہم معنٰی الفاظ ہیں، دونوں کا معنی ہے"بیزاری

:قرآنی مثال نمبر ا

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِھِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَقَالَ

الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡا لَوۡ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً فَنَتَبَرَّاَ مِنۡهُمۡ کَمَا تَبَرَّءُوۡا مِنَّا ط کَذٰلِکَ یُرِیۡهِمُ اللّٰهُ اَعۡمَالَهُمۡ حَسَرٰتٍ عَلَیۡهِمۡ ط وَمَا هُمۡ بِخٰرِجِیۡنَ مِنَ النَّارِ

اُس دن (کفر کے) پیشوا اپنے پیروی کرنے والوں سے بیزاری ظاہر کریں گے اور (دونوں) عذابِ (الٰہی) دیکھ لیں گے اور اُن کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ ۱۶۶۔ (یہ حال دیکھ کر) پیروی کرنے والے (حسرت سے) کہیں گے کہ اے کاش ہمیں پھر دنیا میں جانا نصیب ہوتا کہ جس طرح یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں اسی طرح ہم بھی اُن سے بیزار ہوں۔ اس طرح اللہ اُن کے اعمال انہیں حسرت بنا کر دکھائے گا اور وہ دوزخ سے نکل نہیں سکیں گے۔ (سورہ بقرہ، پارہ ۲، آیت ۱۶۶۔۱۶۷)

قرآنی مثال نمبر ۲:

وَمَا کَانَ اسۡتِغۡفَارُ اِبۡرٰهِیۡمَ لِاَبِیۡهِ اِلَّا عَنۡ مَّوۡعِدَۃٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ ج فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنۡهُ ط اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیۡمٌ

اور ابراہیم کا اپنے باپ کیلئے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا جو وہ اُس سے کر چکے تھے لیکن جب اُن کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اُس سے بیزار ہو گئے، کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بڑے نرم دل اور متحمل تھے۔ (سورہ توبہ، پارہ ۱۱، آیت ۱۱۴

آپ نے سماعت فرما لیا کہ براۃ" اور بری" دونوں ہم معنٰی ہیں اور دونوں کا معنٰی ہے بیزاری۔ لٰہذا "شبِ برات کا معنی ہوا "بیزاری کی رات

قارئین کرام! عندالروافض اس رات ان کے امامِ موہوم، ان کے امامِ مفروض (المعروف امام مہدی) پیدا ہوئے۔ اس لیے وہ اس رات خوشی مناتے ہیں اور صحابہ کرامؓ اور بقیہ تمام مسلمانوں سے بیزاری کے اعلان کی تجدید کرتے ہیں۔ وہ دریاوں میں، غاروں میں اور کنوؤں میں پرچیاں ڈالتے ہیں اور اس امر کی تجدید کرتے ہیں کہ آپ (امام مہدی) جلد تشریف لایئے اور ہمیں ان سنیوں سے، ہمیں ان ملحدین سے نجات دلایئے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اہلِ تشیعہ کے نزدیک یہ رات اہمیت کی حامل ہے۔ اس رات کی فضیلت و منقبت کو سنیوں میں پھیلانے کے لیے انہوں نے اس رات کی عبادت اور قبرستان جانے کے قصے گھڑ لیے اور اہلِ سنت کے اندر عام کر دیے۔ صوفیائے کرام نے جب ان روایات کے اندر اپنے ذوق کا سامان ”دیکھا تو انہیں اپنا لیا۔ اور ان روایات کی خوب اشاعت کی اور اس رات کا نام رکھ لیا ”لیلۃ“ برات

صوفیاء کی کتابوں میں ذکر:

اس رات کا ذکر امام غزالی کی کتاب ”احیاء العلوم“ کے اندر اور پیرانِ پیرؒ کی کتاب ”غنیۃ الطالبین“ کے اندر ملتا ہے۔ ایک اور بات یاد رکھیے کہ یہ تمام حضرات پانچویں، چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں گزرے ہیں اور سارے صوفیاء تھے۔ ایک اور بات یاد رکھیے گا کہ پانچویں صدی ہجری سے پہلے جتنی کتابوں کے اندر اس رات کا ذکر ملتا ہے وہ نام ہے

لیلۃ النصفِ من شعبان“۔ کسی کتاب کے اندر پانچویں صدی ہجری سے پہلے ”لیلۃ برات“ کے“ الفاظ نہیں ملتے۔ نیز ان صوفیائے کرام نے جو کتابیں لکھی ہیں ان میں بھی ”لیلۃ النصفِ من

شعبان’’ کا لفظ استعمال ہوتا ہے کہیں بھی ’’لیلۃ برات‘‘ کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔

صوفیاء کا کردار امامِ مسلمؒ کی زبانی:

سامعینِ محترم اب صوفیاء کا کردار کیا ہوتا ہے، اس کا ذکر امامِ مسلمؒ اپنی کتاب مسلم شریف کے دیباچے میں امام یحییٰؒ المتوفی ۱۹۸ھ کا قول نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں ’’ہم نے ان نیک لوگوں سے زیادہ حدیث کے معاملے میں جھوٹا کسی کو نہیں پایا۔‘‘ آگے امام مسلمؒ اس چیز کی تشریح اپنے الفاظ میں کرتے ہیں: ’’یہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتے بلکہ نادانی کی وجہ سے جھوٹ ہر وقت ان کی زبان پے جاری رہتا ہے۔ کیوں کہ یہ سنی سنائی بات کرتے ہیں، تحقیق کوئی نہیں کرتے: ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیاء

صوفیوں کا کردار:

سامعینِ محترم! صوفیوں کا کردار سمجھانے کے لئے ایک مثال عرض کرتا ہوں: زندگی گزارنے کے لیے ہر شخص کو پیسے کے ضرورت ہوتی ہے۔ اب ایک شخص پیسہ کماتا ہے حلال و حرام کی تمیز رکھ کر۔ دوسرا شخص حلال و حرام کی تمیز کے بغیر پیسہ کماتا ہے۔ اب اپنے ایمان سے بتائے ان دونوں میں سے قابلِ تعریف کون ہے اور قابلِ مذمت کون؟ لامحالہ قابلِ تعریف اول الذکر اور قابلِ مذمت آخر الذکر ہے۔ اسی طرح اخروی نجات کے لیے عبادت کی ضرورت ہے۔ اب ایک شخص تحقیق کر کے عبادت کرتا ہے کہ آیا یہ کام قرآن و سنت اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے ثابت ہے کہ نہیں، جبکہ دوسرا شخص بلا تحقیق سنی سُنائی بات کو عبادت کا نام دے کر عمل شروع کر دیتا ہے۔ اب

یہی حال صوفی کا ہے، اس کے ہاں تحقیق نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی، جہاں سے روزہ دیکھا، نماز دیکھی اس پر عمل شروع کر دیا۔ حالانکہ اللہ پاک ہماری نمازوں اور روزوں کا محتاج نہیں ہے۔ وہ تو صرف اپنا حکم منوانا چاہتا ہے: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ق وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (سورہ حشر، پارہ ۲۸، آیت ۷) یہ آیت سارے دین کا خلاصہ ہے۔

:ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترکتُ فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنت الرسولہٗ

لوگو! میں اس دنیا سے جا رہا ہوں اور تمھارے اندر دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے وہ ہیں اللہ کی کتاب اور میری سنت (میرا طریقہ) (مشکوٰۃ شریف)

2: مقام

اس رات کو ایک سازش کے تحت غلط مقام دے دیا گیا ہے۔ میں نے شروع میں سورہ دخان کی جو آیات پڑھیں ان میں "لیلۃ مبارکۃ" سے یہ لوگ شعبان کی ۱۵ ویں شب مراد لیتے ہیں جو کہ صریح جھوٹ اور کذب وافترا ہے۔ سامعینِ محترم! "لیلۃ مبارکۃ" سے شعبان کی ۱۵ ویں شب کس نے

: مرادلی؟ اس کے بارے میں دو قول ہیں

: پہلا قول

ایک یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ایک غلام تھا عکرمہ، اس نے یہ قول گھڑا اور اسے حضرت :۱ عبداللہ بن عباسؓ سے منسوب کر دیا۔ کیوں کہ جھوٹ جب تک کسی بڑے کے ساتھ منسوب نہ کیا (جائے، جھوٹ نہیں چلتا۔

دوسرا قول

دوسرا قول یہ ہے یہ کام عکرمہ نے نہیں کیا بلکہ عکرمہ کا ایک شاگرد تھا ''اسماعیل بن نفر'' اس :۲ نے یہ جھوٹ گھڑ کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ منسوب کر دیا۔

سامعینِ محترم! یہ قول عکرمہ کا ہو یا اسماعیل بن نفر کا، حضرت عبداللہ بن عباسکاؓ یہ قول ہر گز ہر گز نہیں ہو سکتا کیوں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر عبداللہ بن عباس میں اس آیت کے تحت یہ قول لکھا ہوا ہے کہ ''ھی لیلۃ القدر'' یعنی ''لیلۃ مبارکۃ اور لیلۃ القدر ایک ہی رات ہیں۔''(تفسیرِ (ابن عباسؓ

تفسیرِ قرطبیؒ کا حوالہ:

امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں قاضی ابو بکر ابن العربیؒ اور جمہور علماء نے لکھا ہے کہ سورہ دخان کی اس آیت میں لیلۃ مبارکۃ سے مراد '' لیلۃ القدر ''یعنی قرآن کے نزول والی رات ہے۔ ومن قال انھا لیلۃ النصف من شعبان فھو باطل '' اور جن لوگون نے یہ کہا کہ اس سے شعبان کی ۱۵ ویں شب مراد

ہے یہ صریح جھوٹ ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی لاریب کتاب قرآن مجید میں فرمادیا: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ: (روزوں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن (اوّل اوّل) نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے“ (تفسیر جواہر القرآن بحوالہ تفسیر قرطبیؒ) لہٰذا نصِ قرآن موجود ہے کہ قرآن کا نزول رمضان میں ہوا، شعبان میں نہیں ہوا۔

حدیث کی گواہی:

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (متفق علیہ)

شبِ برات والی احادیث کے بارے میں امام قرطبیؒ کی تحقیق:

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں ”کہ شبِ برات کے بارے میں مشہور احادیث میں سے ایک روایت بھی قابلِ اعتماد نہیں، قابلِ استناد نہیں۔ اس رات کے بارے میں جتنی باتیں مشہور ہیں وہ سب جھوٹی ہیں ان کی طرف توجہ مت دو۔“ فاعتبرو یا اولی الابصار مت بنو شیطان کے سنگی یار، یہ تو تمھیں کرتا ہے ذلیل وخوار۔

شبِ برات والی مشہور روایات کی تحقیق:

۱۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک رات (یعنی لیلۃ النصف من شعبان) میں دیکھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے بستر پر موجود نہیں، میں اُن کا پیچھا کیا۔ پیچھا کرتے کرتے میں جب بقیع کے قبرستان میں پہنچی تو وھاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! اے عائشہ کیا تُو اس بات سے

ڈرتی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے۔ عرض کرنے لگیں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! مجھے یہ گمان ہوا کہ شائد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی اور بیوی کے پاس چلے گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ النصف من شعبان (یعنی شعبان کی ۱۵ ویں رات) میں اللہ تعالیٰ بنو کلب کی (جامع ترمذی وابن ماجہ) بھیڑوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کو بخش دیتا ہے۔

تبصرہ:

علمِ حدیث کو جانچنے کے پیمانے:

سامعینِ محترم علمِ حدیث کو جانچنے کے دو پیمانے ہیں:

۱۔ علمِ روایت

علمِ روایت میں اس حدیث کے راویوں کے بارے میں بحث کی جاتی ہے کہ یہ راوی ثقہ تھے یا غیرِ ثقہ۔

۲۔ علمِ درایت

علمِ درایت میں حدیث کے متن کے بارے میں بحث کی جاتی ہے کہ اس کا متن خلافِ قرآن تو نہیں، خلافِ عقل و دانش تو نہیں۔

حدیث کی حیثیت علمِ روایت کی روشنی میں:

شبراتی ملاوں کی خیانت:

شبراتی ملاجب بھی یہ مذکورہ بالا حدیث جو شب برات کی جان تصور کی جاتی ہے بیان کرتے ہیں تو

اس پر امام ترمذیؒ نے جو تبصرہ کیا ہے وہ نہیں بیان کرتے، امام صاحب لکھتے ہیں: ”میں نے سُنا ہے کہ محمد یعنی امام بخاریؒ اس حدیث کو ضعیف کہتے تھے۔“

سامعین محترم! شبراتی ملاجب بھی یہ حدیث بیان کرتے ہیں تو امام ترمذیؒ کا یہ تبصرہ و بیان شیرِ مادر سمجھ کر کھا جاتے ہیں کیوں کہ اگر وہ یہ بیان کریں تو اس سے ان کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

منقطع روایت:

دوسری بات یہ کہ یہ روایت دو جگہ سے منقطع ہے۔ ایسی روایت عند المحدثین منکر و مردود ہوتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کو علامہ بدر الدین عینی حنفیؒ، علامہ ابنِ تیمیہؒ اور ابن العرب مالکیؒ ”موضوع (من گھڑت) قرار دیتے ہیں۔ ان حضرات کے نزدیک یہ حدیث خود ساختہ و من گھڑت ہے۔

رشوت خور راوی کی بیان کردہ حدیث:

علمِ روایت کے اعتبار سے تیسری بات یہ کہ اس حدیث کا ایک راوی ”حجاج بن ارطاط“ اس کے متعلق محققین حضرات نے لکھا ہے کہ یہ پہلا شخص ہے جس نے اسلام کے اندر رشوت خوری کی بنیاد ڈالی۔ یہ مہدی عباسی خلیفہ سے پہلے ایک فقیر آدمی تھا، اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ خلیفہ نے اسے قاضی بنا دیا۔ اب قاضی بننے کے بعد اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا چھوڑ دی۔ کہنے لگا کیا میں غرباء کے ساتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھو؟ امام شافعیؒ نے اس کا قول نقل کیا ہے کہ یہ کہتا تھا: ”کوئی شخص اس وقت تک اپنی بڑائی و برتری قائم نہیں رکھ سکتا جب تک وہ

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا نہ چھوڑے" سامعین محترم! غور کیجئے کہ جس حدیث کے راوی کا یہ کردار ہے وہ حدیث کس معیار کی ہو گی۔

حدیث کی حیثیت علمِ درایت کی روشنی میں:

سامعین محترم اب اس حدیث کو علمِ درایت کے اعتبار سے دیکھتے ہیں۔ یہ روایت بتا رہی کہ حضرت عائشہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیچھا کیا۔ یہ جملہ بتا رہا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر عدمِ اعتماد تھا۔ اب ایک طرف شب برات ہے، دوسری طرف حضرت عائشہؓ کی ذات ہے، جو شخص شبِ برات مناتا ہے وہ حضرت عائشہؓ کی (اپنی ماں کی) عظمت کا سودا کر کے مناتا ہے۔

عدمِ اعتماد کی شرعی حیثیت:

علامہ ابنِ حجرؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: "کہ اگر خدانخواستہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ اے عائشہ کیا تُو اس بات سے ڈرتی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے، اگر حضرت عائشہؓ ہاں کہہ دیتیں تو یہ کُفر شمار ہوتا۔ لیکن وہ معاملے کو بھانپ گئیں اور انہوں نے اپنی حیرانی و پریشانی کا اظہار دوسری طرح سے کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود اندیشہ کُفر ہٹا نہیں وہ موجود ہے۔

۴،۳۔ قیام وصیام:

حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرھویں شب ہو" تو رات کو قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو" (ابنِ ماجہ)

تبصرہ:

سامعینِ محترم: علماء نے یہ لکھا ہے کہ تمام محققین حضرات کا اتفاق ہے کہ ضعف کے اعتبار سے یہ حدیث انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے۔ یعنی یہ انتہائی ضعیف حدیث ہے۔ مزید اس حدیث کا ایک راوی "ابو بکر بن عبداللہ" جس کے بارے میں ائمہ محدثین نے یہ لکھا ہے کہ یہ روایات گھڑا کرتا تھا، یہ وضّاع تھا۔ یعنی جھوٹی روایتیں گھڑنے والا۔ مزید یہ کہ شعبان کے روزے کے بارے میں یہ اکلوتی حدیث ہے۔ لہٰذا محققین حضرات نے لکھا کہ یہ موضوع (من گھڑت) حدیث ہے۔

۱۔ امام احمد بن جنبلؒ فرماتے ہیں یہ موضوع حدیث ہے۔

۲۔ ابنِ معین فرماتے ہیں یہ موضوع حدیث ہے۔

۳۔ علامہ ابنِ جوزیؒ فرماتے ہیں یہ موضوع حدیث ہے۔

۵۔ بعام:

چونکہ اس رات سبائیوں (شیعوں) کے امامِ موہوم و امامِ مفروض (امام مہدی) پیدا ہوئے لہٰذا یہ لوگ اس کی خوشی میں حلوہ پکاتے اور تقسیم کرتے ہیں۔ حلوہ خور ملاّؤں اور شبراتی ملاّؤں نے اس رات کے حلوے اور کھانے پینے کے سامان کو پکا کرنے کے لیے دلائل دیے

حلوہ خوروں کی پہلی دلیل:

کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے جب دندان مبارک شہید ہوئے تھے اس وقت آپ ﷺ نے حلوہ تناول فرمایا تھا۔ اسی لیے ہم بھی شبِ برات میں حلوہ تناول فرماتے ہیں۔

تبصرہ:

بھائی اس دلیل کے مطابق تم لوگ پہلے اللہ کے راستے میں جا کر جہاد کرو، پھر لڑتے ہوئے اپنے دانت تڑواؤ، پھر شوق سے حلوہ کھاؤ۔ ہمیں تمھارا حلوہ کھانے پر کوئی اعتراض نہیں۔ دوسری بات یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندانِ مبارک غزوہ احد میں شہید ہوئے اور غزوہ احد شوال کے مہینے میں ہوئی نہ کہ شعبان میں۔ لہٰذا اس سے شبرات کا حلواہ کیسے ثابت ہو گیا؟

حلوہ خوروں کی دوسری دلیل:

کہتے جی ہم یہ حلواہ پکا کر حضرت اویس قرنیؒ کی نیاز دیتے ہیں۔ کہتے ہیں حضرت اویس قرنیؒ کو جب پتہ چلا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہو گئے ہیں تو انہیں پتہ نہیں تھا کہ کون سے دانت شہید ہوئے ہیں لہٰذا انہوں نے اپنی پوری بتیسی (۳۲ دانت) نکال کر رکھ دی۔

سامعینِ محترم! اویس قرنیؒ کے متعلق جتنی بھی روایات مشہور ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر جھوٹی ہیں بلکہ بعض ائمہ حدیث کو تو ان کے وجود کا ہی انکار کرتے ہیں کہ اس نام کا کوئی شخص اسلام کی تاریخ میں گزرا ہی نہیں۔ امام مالکؒ اویس قرنی کے وجود ہی کا انکار کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن حرا جو تابعی تھے اور قرن کے باشندے تھے سے پوچھا کہ کیا تمھارے قبیلے میں اویس قرنی نام کا کوئی باشندہ گزرا ہے تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے قبیلے میں اور ہماری بستی میں اس نام کا کوئی شخص ہوا ہی نہیں۔ گویا کہ یہ لوگ ایک فرضی نام کی نیاز دیتے ہیں۔

حلوہ خوروں کی تیسری دلیل:

کہتے ہیں کہ اس رات میں مرے ہوئے لوگوں کی روحیں آتی ہیں اور وہ گھر کے منڈیر پر بیٹھ جاتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ ہمارے گھر والوں نے ہمارے لئے کیا پکایا ہے۔

تبصرہ:

سامعینِ محترم! یہ بالکل لغو اور بے سند دلیل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

ان الذین امنوا وعملوا الصٰلحٰتِ کانت لھم جنّٰت الفردوسِ نُزلا۔ خالدین فیھا۔ لا یبغون عنھا حولا۔

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کی مہمانی جنۃ الفردوس ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ اس سے نکلنے نہ پائیں گے۔ (سورہ کھف، پارہ 16)

یہ اللہ کے قرآن کا فیصلہ ہے کہ جو نیک لوگوں کی روحیں ہیں وہ جنت کی نعمتوں کو چھوڑ کر ہرگز ہرگز اس دنیا کی عارضی اور ادنی چیزوں کے لیے واپس نہیں لوٹتیں۔ اور کافر لوگوں کی روحوں کا حال بھی سُن لیجئے۔

”یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلآءِکَۃٌ“ غِلَاظٌ ”شِدَادٌ“ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ

مومنو! اپنے آپ کو اپنے اہل وعیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے (مقرر) ہیں جو ارشاد اللہ ان کو فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔ (سورہ تحریم، پارہ ۲۸، آیت 6)

لہٰذا نتیجہ کیا نکلا کہ جو کافروں کی روحیں ہیں، جو بدروحیں ہیں، ان کو دوزخ سے فرشتے نکلنے نہیں دیتے اور جو مومنوں کی روحیں ہیں وہ جنت کی نعمتوں سے نکلنا نہیں چاہتیں۔ سو دنیا کے حلووں کی روحوں کو قطعًا کوئی ضرورت نہیں۔ بالکل خلافِ شرع نظریہ اور عقیدہ ہے۔

٦۔ آتش بازی:

آتش بازی مجوسیوں کی یادگار ہے۔ ان کا مذہبی شعار ہے۔ آتش بازی ان کے مذہب کا اہم جزو ہے۔ مجوسیوں کا یہ مذہبی شعار ہے کہ جب بھی کوئی خوشی کا موقع ہوتا ہے وہ آگ جلاتے ہیں۔ سامعینِ محترم! شادی کے موقع پر جو لوگ چراغاں کرتے ہیں وہ مجوسیوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ شبِ برات کے موقع پر بھی چراغاں ہوتا ہے جو کہ مجوسیوں کے نقشِ قدم پر چلنے کے مترادف ہے۔

سامعینِ محترم! اس بات کی قباحت بیان کرنے کے لیے عرض کرتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں جب باجماعت نماز کا اہتمام فرمایا تو لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا تو سب نے مشورہ دیا کہ ایک جگہ پر آگ جلا دی جائے جس کی روشنی دیکھ کر لوگ باجماعت نماز کے لیے اکٹھے ہو جائیں گے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ تجویز پیش کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مسترد فرما دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لاتشبوا بالمجوس مجوسیوں کی مشابہت مت اختیار کرو (حوالہ)۔ سامعین محترم! یہ آتش بازی شیطان کی تخلیق کے ساتھ یکجہتی کا اظہار ہے اور شیطان کو سپورٹ کرنے کے مترادف ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: خَلَقَ الْاِنْسَانَ

مِنۡ صَلۡصَالٍ کَالۡفَخَّارِۙ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الۡجَآنَّ مِنۡ مَّارِجٍ مِّنۡ نَّارٍ اسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے بنایا۔ ۱۴۔ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ (سورہ رحمٰن، پارہ (27)

نزولِ قرآن سے پہلے جب شیاطین آسمانوں پر جائے کرتے تھے تو نزولِ قرآن کے بعد ان پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اب جو بھی شیطان آسمان کی طرف جانے کی کوشش کرتا ہے تو اس کے پیچھے ایک چمکتا ہوا تارا لگ جاتا ہے (فاتبعہ شہاب الثاقب) جو اس کو مار بھگاتا ہے۔ لٰہذا یہ آتش بازی کرنے والے شیطان کے معاون و مددگار ہیں۔ مزید براں آتش بازی ”اخوتِ ابلیسی“ کا شرف بھی حاصل کرا دیتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا ۞ اِنَّ الۡمُبَذِّرِيۡنَ كَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّيٰطِيۡنِ ط وَكَانَ الشَّيۡطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوۡرًا ۞ فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ۔ کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان تو اپنے رب (کی نعمتوں) کا کفران کرنے والا (یعنی ناشکرا) ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل، پارہ 15)

لٰہذا آتش بازی لغو فعل ہے اس میں نہ دین کا فائدہ ہے نہ دنیا کا۔ بلکہ اس میں نقصان ہی نقصان ہے۔ بعض دفعہ آگ لگ جاتی ہے اور جانی نقصان ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ ” اور اپنے ھاتھوں سے اپنے آپ کو ھلاکت میں نہ ڈالو۔

(سورہ بقرہ، پارہ 2)

امن میاں احمد رضا خان لکھتا ہے: ” یہ آتش بازی حرام ہے۔ یہ نمرود کی ایجاد ہے جو اس نے

حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں جلانے کے لیے ایجاد کی‘

لہٰذا آتش بازی لغو فعل ہے اس میں نہ دین کا فائدہ ہے نہ دنیا کا۔ بلکہ اس میں نقصان ہی نقصان ہے۔ آتش بازی میں شر ہی شر ہے اس میں خیر کی کوئی چیز نہیں۔

خلاصہ

سامعین محترم! عندالروافض اس رات ان کے امامِ موہوم، ان کے امامِ مفروض (المعروف امام مہدی) پیدا ہوئے۔ اس لیے وہ اس رات خوشی مناتے ہیں اور صحابہ کرامؓ اور بقیہ تمام مسلمانوں سے بیزاری کے اعلان کی تجدید کرتے ہیں۔ وہ دریاوں میں، غاروں میں اور کنوؤں میں پرچیاں ڈالتے ہیں اور اس امر کی تجدید کرتے ہیں کہ آپ (امام مہدی) جلد تشریف لایئے اور ہمیں ان سنیوں سے، ہمیں ان ملحدین سے نجات دلایئے۔

نام نہاد اہلِ حدیث اور اہلِ تشیع کے عقائد میں مماثلت:

سامعین محترم! مندرجہ بالا تمام گزارشات کے بعد ضمناً عرض ہے کہ کھلا شیعہ بھی ”تبرّائی“ ہے اور خود رائی (نام نہاد اہلِ حدیث) بھی تبرّائی ہے۔ یعنی دونوں صحابہ کرامؓ پر لعن طعن (تبرّا) کرتے ہیں۔ ان نام نہاد اہلِ حدیثوں کے پیرِ مغان علامہ وحید الزماں اپنی کتاب ”نزہۃ الابرار“ میں رقم طراز ہیں: ” ومنہٗ یُعلمُ ان من الصحابۃِ بل ھوا فاسق کہ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے اندر بعض صحابہ فاسق بھی تھے قد ولید جیسا کہ ولید ہے اور مزید لکھتا ہے: ومثلہ حق معاویہؓ و عمرؓو مغیرہؓو سمرہؓ اور کہا یہی بات کہی جائے گی حضرت معاویہؓ کے بارے میں اور حضرت عمرؓ اور مغیرہؓ اور

سمرہؓ کے بارے میں۔" (نزہۃ الابرار)

سامعینِ محترم! یہ صحابہ کرامؓ پر تبرّا نہیں تو اور کیا ہے؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ کھلے شیعوں (سبائی تبرّائی) اور باطنی شیعوں (خودرائی تبرّائی المعروف اہلِ حدیث) کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ سامعینِ محترم!

صحابہ کرامؓ کو فاسق کہنے والا خود فاسق ہے۔

قرآنی فتوی

:وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ط اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنۡ لَّا يَعۡلَمُوۡنَ ۝

اور جب ان (منافقین) سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ ایمان لائے تم بھی ایمان لے آؤ تو" کہتے ہیں کہ بھلا جس طرح بیوقوف لوگ ایمان لے آئے ہیں اُسی طرح ہم بھی ایمان لے آئیں؟ سُن "لو کہ یہی بیوقوف ہیں لیکن نہیں جانتے

سامعینِ محترم! قرآن مجید ایک اصولی کتاب ہے، اُس نے ایک اُصول بیان کر دیا کہ میرے پیغمبر کے صحابہؓ کو جو جس نام سے پکارے گا وہ خود اُس کا مصداق ہو گا۔ جو صحابہ کرامؓ کو کافر کہے وہ خود کافر ہے۔۔۔ جو صحابہ کرامؓ کو منافق کہے وہ خود منافق ہے۔۔۔ جو صحابہ کرامؓ کو فاسق کہے وہ خود فاسق ہے۔۔۔ جو صحابہ کرامؓ کو غاسب کہے وہ خود غاسب ہے۔۔۔ جو صحابہ کرامؓ کو زندیق و مرتد کہے وہ خود مرتد و زندیق ہے۔

حدیث کا فتویٰ :

امام الحدیث امام ابو زرعہؒ فرماتے ہیں: ”اذا رایتَ الرجُلَ یَنْتَقِصُ احدَاً مِنْ اَصْحابِ رسول اللہ ﷺ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ زِنْدِیق“ جب تو کسی ایسے شخص کو دیکھے جو رسول اکرم ﷺ کے صحابہ میں کسی صحابی کی تنقیص کر رہا ہے۔۔۔ اس صحابی کو برا بھلا کہ رہا ہے۔۔۔ اس صحابی کی خامیاں گنوا رہا ہے۔۔۔ اس صحابی پر طعن و تشنیع کر رہا ہے تو جان لو کہ وہ شخص زندیق ہے۔ (الاصابہ)

وَمَا عَلَیْنَا إِلاَّ الْبَلاَغُ الْمُبِیْن

حضرت مولانا محمد اسلم ملک، تلمیذِ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ

تدوین: سید نثار حسین شاہ بخاری